354

مدینۃ المسیح

حضرت اقدس سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اول رضؓ کے گھر میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر طرح سے خیریت ہے آجکل یہاں ارد گرد کے مواضعات میں طاعون بکثرت پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہاں پر بھی ایک۔ آدھ کیس ہو جاتا ہے۔ احباب دعا فرمادیں خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی کا انتظام بھی جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر تعلیم و تربیت کے سپرد ہو گیا ہے آپ چارج لیتے ہی بڑی محنت اور پوری تندہی کے ساتھ سکول کی بہتری کی تجاویز میں مصروف ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کی محنت کو بابرکت کرے اور ہمارے سکول کو پہلے سے بھی زیادہ ترقی اور عروج عطا فرما

اخبار احمدیہ

اعلانات نکاح

میاں محمد سعید صاحب پسر سیٹھ ابوبکر صاحب آف جدہ کا نکاح حلیمہ بیگم بنت حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے ساتھ مبلغ دو ہزار روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مورخہ ۷ ؍ جنوری ۱۹۲۵ء بعد نماز عصر مسجد مبارک میں پڑھایا۔

(۲) میاں محمد حنیف صاحب کا نکاح عزیزہ بیگم بنت مرزا محمد اشرف صاحب کے ساتھ مبلغ ۵۰۰ روپیہ مہر پر اور میاں محمد یعقوب بن مرزا محمد اشرف صاحب کا نکاح سکینہ بیگم جو کہ مرزا محمد اشرف صاحب کی بھتیجی ہیں کے ساتھ مبلغ پانچسو روپیہ مہر پر اسی تاریخ کو حضرت اقدس نے خود مسجد مبارک میں پڑھایا۔

ولادت فرزند

ہمارے عنایت فرما میاں محمد شفیع صاحب سب اوورسیر اہنزار ڈاک خانہ شب قدر فورٹ (پشاور) کو اللہ تعالیٰ نے ۲۴ ؍ دسمبر ۱۹۲۴ء فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ برادر موصوف اس خوشی میں کسی غیر احمدی کے نام ایک سال کے لئے مفت اخبار جاری کراتے ہیں۔ اور ان کی اہلیہ کسی امریکن لیڈی کے نام انگریزی رسالہ۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

(۲) سید محمد شاہ صاحب احمدی کوٹ دفعدار فتح پور ضلع گوجرات اطلاع دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے ہاں ۲ ؍ ۳ ؍ جنوری کی درمیانی شب کو لڑکا عطا فرمایا ہے۔ تمام احباب جماعت احمدیہ سے درخواست ہے۔ کہ وہ بچہ کی درازی عمر اور روحانی و جسمانی صحت کے لئے دعا فرمادیں۔

درخواست دعا

سید عبد الرزاق شاہ صاحب و چودھری ولی محمد صاحب متعلمان اسلامیہ کالج لاہور تمام احمدی احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کی کامیابی امتحان انٹرمیڈیٹ کلاس کے لئے دردِ دل سے دعا فرمادیں۔ نیز ایک خاتون اپنے کسی عزیز کی اصلاح

کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہے۔ کہ کوئی نصیحت ایسے کارگر نہیں ہوتی۔ ایسا نہ ہو۔ کوئی عذاب آجاوے۔ سب احباب دعا کریں۔

ایک صحابی کی وفات

پیر دولت علی صاحب جو جناب حافظ روشن علی صاحب کی پہلی بیوی کے بھائی اور تیسری بیوی کے والد تھے۔ نیز حافظ صاحب موصوف کی پھوپھی کے لڑکے بھی تھے۔ گویا حافظ صاحب کے بھائی بھی تھے اور خسر بھی۔ ان کا ۱۱ر جنوری کی شام کو پانچ روز کی علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرہ وارحمہ وادخلہ الجنۃ۔ مرحوم کے ہاں ۱۱ر دسمبر کو لڑکا پیدا ہوا۔ مگر بیوی چونکہ میکے گئی ہوئی تھی۔ مرحوم سسرال نہ گئے۔ قادیان کے سالانہ جلسہ کو مقدم سمجھا۔ اور یہیں آکر حضرت صاحب سے لڑکے کا نام دریافت کیا۔ حضور نے لڑکے کا نام محمد یحییٰ رکھا۔ اور جلسہ کے بعد جانے کو تیار تھے۔ کہ حافظ صاحب نے ایک دو روز کے لئے اور ان کو ٹھیرا لیا۔ جس کے بعد مرحوم عارضی گھر کی بجائے مستقل گھر کی طرف رحلت فرما گئے۔ اور لڑکے کو دیکھنے کی عارضی خوشی سے پہلے دائمی خوشی کو پالیا۔ حافظ صاحب کے بڑے بھائی ڈاکٹر احمت علی صاحب اور پیر برکت علی صاحب جس وقت احمدی ہوئے۔ تو تمام خاندان کے افراد نے سخت سے سخت مخالفت کی۔ مگر مرحوم نے اس وقت ان کا ساتھ دیا۔ اور مخلص احمدی رہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں مرحوم نے بیعت کی تھی مرحوم ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑ گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو۔ ہمیں مرحوم کی دونوں بیواؤں اور دیگر عزیزوں سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ مرحوم کی خوش قسمتی انہیں قادیان میں لے آئی۔ ورنہ ان کے گاؤں ہنڈ عزیز میں سخت مخالفت کی وجہ سے جنازہ کی بھی دقت تھی کیونکہ وہاں سوائے ان کے اور ان کے ایک چچازاد بھائی کے اور کوئی احمدی بھی نہ تھا۔ یہاں حضرت خلیفۃ المسیح نے مرحوم کا بڑے بھاری مجمع کے ساتھ جنازہ پڑھا۔ اور اپنے ہاتھ سے ان پر مٹی ڈالی۔ اور دعا فرمائی۔ اس سے بڑھکر اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما دے۔ آمین۔

امتحان کتب مسیح موعود کے متعلق اعلان

گذشتہ سال امتحان کتب مسیح موعود کے نتائج کے متعلق اعلان کیا جا چکا ہے۔ اب سال رواں کے امتحان کے لئے جو دسمبر ۲۵ء میں ہوگا۔ صرف دو کتابیں ایام الصلح اور شہادت القرآن مقرر کی جاتی ہیں۔ اول الذکر ۸۰ صفحہ کی کتاب ہے اور موخر الذکر ۱۷۸ صفحہ کی۔ کل ۲۵۸ صفحہ ہوتے ہیں۔ سال بھر کے مطالعہ کرنے کے لئے یہ نہایت ہی کم مقدار ہے۔ اور یہ سہولت اس لئے اختیار کی جاتی ہے۔ تا احباب کثرت سے امتحان میں شامل ہو سکیں۔ جہاں جہاں مقامی سکرٹریان تعلیم و تربیت نے درس جاری کئے ہوئے ہیں یا اس سال کی نئی تحریک کے مطابق درس جاری کرینگے۔ ان کے نصاب تدریس میں یہ دو کتابیں شامل کی جاتی ہیں۔ اور ان سے التماس کی جاتی ہے کہ درس میں شامل ہونیوالے احباب میں سے ذی استطاعت دوستوں کو مجبور کریں کہ وہ امتحان کے لئے تیاری کریں۔ اور اس میں شامل ہونے کے لئے درخواستیں بھیجدیں۔ ماسوا ان کے دوسرے احباب سے بھی یہی مطالبہ کریں۔ اور ان سے درخواستیں بھجوا دیں۔ آئندہ ہر ایک سکرٹری تعلیم و تربیت کے کام کا اندازہ اس سے بھی کیا جائیگا۔ کہ اس کی تحریک سے کتنے دوست امتحان میں شامل ہوئے اور ان میں سے کس قدر پاس ہوئے۔

ایسا ہی جہاں جہاں بیرونجات میں احمدیہ مدارس ہیں۔ ان کے اساتذہ کو بھی اس امتحان میں شریک ہونا ہوگا۔ سکرٹری صاحبان تعلیم و تربیت الخ باقاعدہ اطلاع دیکر درخواست برائے شمولیت امتحان دفتر تعلیم و تربیت میں بھجوا دیں۔ مذکورہ بالا دو کتابوں کے علاوہ فقہ احمدیہ میں بھی امتحان ہوگا۔ یہ چھوٹی سی کتاب ہے کل ۴۲ صفحہ کی ہے اور اس میں ابتدائی مسائل کا ذکر ہے اور ان کا جاننا ہر ایک احمدی کے لئے از بس ضروری ہے۔ زین العابدین ولی اللہ شاہ۔ ناظر تعلیم و تربیت قادیان

نظم

شہاب ثاقب

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

پگٹ نے جھوٹ افشا کردیا جانِ حزیں دیکھو — ڈوئی کا شہر بھی شہر خموشاں ہو گیا یکسر
گرا فالج ڈوئی کے پیکر خاکی کے عنصر پر — ہوا برباد ناکامی جہاں سے ہو گیا باہر
یہ جھوٹے مدعی زندہ تھے مردہ ہو گئے سارے
یہ زندہ رہ کے کیا کرتے اگر مرتے نہ بیچارے

بہاء اللہ کا فتنہ تو حضرت سے اٹھا پہلے — ابھی اٹھا نہ تھا جھٹ دب گیا اور مٹ گیا پہلے
جو کچھ اقوال تھے ساتھ اپنے لیکر مر گیا پہلے — پریشاں ہو گئے اوراق سب جو کچھ لکھا پہلے
مزا جب تھا مسیحا کے مقابل آکے کہتا کچھ
یہ دنیا دیکھ لیتی خود اگر دنیا میں رہتا کچھ

جو بے برہان دعویٰ بیہودہ دعویٰ ہے فقط دعوے — ہے اس کا مدعی بیہودہ اور دعویٰ ہے بیہودہ
نہ ہو تائید شامل ساتھ جس کے ہے وہ پژمردہ — گل کاغذ کی ہے مانند بے خوشبو و افسردہ
مسیحا نے یہ دعوے اس کا بے برہان پایا تھا
بیاں ایماں کا اس میں نہ کچھ ایقان پایا تھا

اسے تقویم پارینہ سمجھ کر پھینک رکھا تھا — توجہ کی نظر سے دیکھنے قابل نہ سمجھا تھا
اسے بے مغز ہڈی کی طرح ردی میں پھینکا تھا — فقط الفاظ کی تھی دلفریبی اور دھوکا تھا
شہاب و تعلی و عبد الصمد کی یہ شرارت ہے
کہ چپ رہنا مسیحا کا صداقت کی شہادت ہے

دلیری اس نئی تثلیث باطل ساز کی دیکھو — جسارت اس مثلث جرگۂ دمساز کی دیکھو
شرارت اس سہ گوشہ بندگان آز کی دیکھو — خباثت اس سہ ردیہ مجمع ہمراز کی دیکھو
کہ کہتے ہیں کہ نور الدین اعظم بھی بہائی تھے
وہ پنہاں طور سے ہمرنگ راز آشنائی تھے

لیے ہم راز تم یہ سب کو ایسا ہی بتاتے ہیں — بہائی نام دھر رکھ کر یہ سب کا دل دکھاتے ہیں
یہ کیسے فتنہ گر ہیں نت نیا فتنہ اٹھاتے ہیں — یہ چالاکی تو دیکھو سب کو دیوانہ بناتے ہیں
غرض یہ ہے فساد اٹھے بہم ہو سوء ظن پیدا
امان اٹھ جائے فتنہ ہو بپا رنج و محن پیدا

یہ چالیں ان کی مکاری و غداری کی تصویریں — فساد و فتنہ انگیزی فسوں کاری کی تصویریں
شرارت کا مرقع اور شرر باری کی تصویریں — فقط شورش پسندی نا وفاداری کی تصویریں
دکھا کر بدگماں کرتے ہیں ارکان جماعت کو
نہیں یہ دیکھ سکتے صورت زیبائے وحدت کو

الٰہی اس نئے فتنہ کے شر سے تو بچائے رکھ — ہمیشہ کے لئے وحدت کی یہ صورت بنائے رکھ
تو اپنے نور کی چادر میں ہم سب کو چھپائے رکھ — تو اپنی گود میں ساری جماعت کو بٹھائے رکھ
بہائی فتنۂ خاموش سے رکھیو اماں میں تو
نہ جائیں ہم در اغیار پر رکھ قادیاں میں تو

یہاں رہکر کریں اسلام کی خدمت دل و جاں سے — نہ جائیں غیر کے کوچہ میں آکر کوئے جاناں سے
دلوں کو صاف رکھیو زنگ بغض و کفر و طغیاں سے — زباں کو پاک رکھیو افترا و کذب و بہتاں سے
ترا یہ شاخ تسبیح زباں تیرا ہی بندہ ہے
دل مجھو ۹ پر رکھیو اسے جب تک یہ زندہ ہے

(ناچیز قمر شبیر رحمانی)

الفضل
(بسم اللہ الرحمن الرحیم)
یوم شنبہ - قادیان دار الامان - مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۲۵ء

موجودہ زمانہ کے اندر کثرت مصائب کی وجہ
سیاسیات کی خطرناک اُلجھنیں
خوفناک وباؤں کا زور

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو!
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

موجودہ دُنیا ایک ایسے دور میں سے گذر رہی ہے۔ جو مصائب و آلام۔ تباہی و بربادی اور رنگا رنگ کی بدامنیوں کی وجہ سے ایک نہایت پُر آشوب زمانہ کہلانے کا مستحق ہے۔ تاریخ عالم کی اوراق گردانی کرنے پر کوئی زمانہ ایسا دکھائی نہیں دیتا۔ جس میں مختلف مصائب کی ایسی بھرمار اور بہتات رہی ہو۔ بڑی بڑی حکومتوں اور ریاستوں کو لے لو۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نظر نہیں آتی۔ جس کا قیام کسی مستحکم و استوار اور مضبوط مقام پر قائم رہا ہو۔ کیونکہ جنگ عظیم کے بعد فاتح اقوام میں سے اکثر ایسی نظر آتی ہیں۔ جو اپنی خانہ جنگیوں اور گھر کے لڑائی جھگڑوں کے باعث سخت پامال ہو رہی ہیں۔ اور مفتوح حکومتوں میں سے کچھ تو تاوان جنگ اور اتحادیوں کے ظلم و ستم کے گراں بوجھ کے نیچے دب کر اور کچھ شکست کی پامالیوں کی وجہ سے اپنا دم بری طرح سے توڑ رہی ہیں۔

اس کے علاوہ وہ لوگ جو مدتوں سے محکوم چلے آتے تھے۔ اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنا ان کی عادت کا جزو بن گیا تھا۔ وہ بھی موجودہ وقت میں اپنا سر نکال کر اپنی گذشتہ اور برباد شدہ زندگی کا ثبوت ایسے اصولوں اور طریقہ برتے رہے ہیں۔ جو بجائے ان کی ترقی اور دوبارہ زندگی کے حصول میں ممد ہونے کے نہ صرف ان کے لئے باعث تکلیف بلکہ تمام ملک کے امن کو برباد کرنے کا موجب بن رہا ہے۔ چنانچہ ہمارے ہی اہل ملک حصول سوراج اور سلف گورنمنٹ کیلئے جن اصولوں کو استعمال میں لا رہے ہیں۔ وہ بجائے نفع کے ان کو سخت نقصان اور ذلت پہنچانے کے علاوہ ملک میں ابتری پھیلانے کا بھی موجب بن رہے ہیں۔

غرضیکہ نہ تو وہ اقوام جو سریر آرائے سلطنت اور برسر حکومت ہیں۔ اس وقت چین و آرام کی حالت میں ہیں اور نہ وہ جن کی قسمت میں محکومیت کی پریشانیوں کا سہنا لکھا ہے۔ موجودہ زمانہ میں سکھ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ان سیاسی اُلجھنوں اور بے چینیوں کے علاوہ دوسری رَو تباہی کی جو بڑی تیزی کے ساتھ دنیا کے اندر چل رہی ہے۔ وہ ان خطرات اور مصائب کی ہے۔ جو مختلف قسم کی مہلک امراض۔ عظیم الشان سیلابوں اور بربادی خیز زلازل کی صورت میں رُونما ہو کر دنیا کے بہت بڑے حصہ کو موت کے گھاٹ اُتار کر عالمگیر بدامنی کی صورت پیدا کر رہے ہیں۔ اور ان تباہ کن آلہائے موت کی کثرت کار کا اندازہ اس بات سے لگتا ہے۔ کہ گنگا۔ جمنا کی طغیانی اور مالابار کے سیلاب کے باعث اِتنی تباہی ہندوستان میں گذشتہ سال ہوئی۔ جس کی نظیر طوفان کی صورت میں ہندوستان کی تواریخ میں پہلے کسی وقت بھی نہیں ملتی۔ اور حال ہی کی خبروں سے پتہ لگتا ہے۔ کہ انگلستان اور فرانس میں ایک ایسا عظیم الشان طوفان آیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان ہر دو ممالک کے مختلف شہروں کے بڑے بڑے مکانات اور جہازوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اور اخبارات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ لنڈن کے کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو کر جب شہر پر نظر ڈالی گئی۔ تو ہزاروں مکانات کی چھتیں بالکل منہدم ہو گئی تھیں۔ اور دوران طوفان میں چلتی ہوئی موٹریں مع سواریوں کے دریا میں گر کر غرق ہو گئیں۔ طوفان کی تیزی اور رفتار کا اندازہ ۹۵ میل فی گھنٹہ لگایا گیا ہے۔ اور یہ رفتار ایسی ہے۔ جس کی نظیر انگلستان کے پہلے طوفانوں میں نہیں پائی جاتی۔

پھر طاعون کا حملہ گذشتہ سال دنیا کے مختلف علاقوں میں ایسا سخت اور شدید تھا۔ کہ صرف چھ ماہ کے اندر ہندوستان میں ہی لاکھوں جانیں تلف ہزاروں گھرانے تباہ اور سینکڑوں بستیاں مسکن بوم بن گئیں۔ اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ مرض پچھلے سال سے بھی زیادہ شدت اور وسعت کے ساتھ اطراف عالم میں پھیل رہا ہے۔ اور بہت کم بستیاں اور گاؤں ایسے نظر آتے ہیں۔ جو اس کے حملہ سے بچے ہوئے ہیں۔

طاعون کے علاوہ ایک اور موذی مرض جس کی تشخیص سے ابھی ابھی تک دنیا کے ماہرین طب عاجز ہیں۔ ایران اور افغانستان کی سرحد پر رونما ہو کر تباہی نازل کر رہا ہے۔ چنانچہ اخبارات نے لکھا ہے۔ کہ اس موذی مرض کے شکار انسان کو پہلے بخار اور جسم میں شدید درد شروع ہوتا۔ اور پھر رنگ بالکل زرد ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر مریض کے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں آنکھوں اور کانوں وغیرہ سے خون جاری ہو جاوے۔ تو وہ اس وبا کے مہلک وار سے بچ جاتا ہے۔ اور اگر بیماری کی حالت پہلی ہی رہے۔ تو تھوڑے عرصہ کے بعد مریض راہی ملک عدم ہو جاتا ہے۔

غرضیکہ موت چاروں طرف اپنا دامن پھیلاتے ہوئے ہے اور دنیا کی آنکھیں اس بات کا اچھی طرح سے احساس کر رہی ہیں کہ ان مصائب کی اگر یہی حالت رہی۔ تو موجودہ دنیا کا عنقریب خاتمہ ہو جائیگا۔ لیکن کاش ان لوگوں کو یہ علم ہوتا کہ یہ تباہی، بربادی اور ہلاکت انہیں کے افعال شنیع اور اس مامور من اللہ کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ جس نے ان لوگوں کے جور و ستم مخالفت اور طعن و تشنیع کی سختیوں کو مدتوں تک جھیلا۔ اور جس نے ادنیٰ درجہ کے کمینہ ملانوں کی فحش گالیوں کو سنا۔ اور صبر کیا لیکن بد طینت مخالفین جب اس پر بھی باز نہ آئے۔ تو اس برگزیدہ خدا نے اپنے خداوند لایزال سے بذریعہ وحی خبر پاکر لوگوں کو قبل از وقت بتایا کہ اے لوگو! یاد رکھو کہ تمہاری مخالفت نے خدا تعالیٰ کے جوش کو بھڑکا دیا۔ اور اس کے حکم کے ماتحت میں تم کو مطلع کرتا ہوں۔ کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو دنیا میں ظاہر کر دیگا۔" (الہام حضرت مسیح موعود) اور نیز آپ نے یہ پیشگوئی بھی کی۔ کہ "الامراض تشاع والنفوس تضاع۔ یعنی مختلف امراض پھیلکر دنیا پر ایک عالمگیر تباہی نازل ہوگی۔ پس دنیا یاد رکھے۔ کہ وہ خدا جو تمام دنیا کا خالق ہے۔ ہرگز ہرگز اپنے پیارے بندہ کی مخالفت اور اسکے قائم کردہ سلسلہ کو تباہ کرنے کی کوششیں کرنے والوں پر خوش نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسکا قہر ازلی کے اپنے وعدہ کے موجب اپنے نبی حضرت مسیح موعود کے لئے سخت جوش میں آئی ہوئی ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ دنیا ان عذابوں اور دکھوں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق

جماعت احمدیہ کے مخلصانہ جذبات میں سے کچھ

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں بعض ان خطوط کا جو جماعت کے احباب نے حضرت خلیفۃ المسیح کے سفر انگلستان کے دوران میں حضور کی خدمت میں لکھے۔ خلاصہ درج کرنا شروع کیا تھا لیکن بعد میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس سلسلہ کو جاری نہ رکھا جا سکا۔ لیکن چونکہ ان جذبات کا جماعت کے ہر فرد تک پہنچانا ضروری ہے۔ اور آئندہ ان کے درج کرنے کا ہم نے وعدہ بھی کیا تھا۔ اس لئے بعض خطوط کے ضروری اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

میاں عبد المنان صاحبزادہ حضرت خلیفہ اول رضؓ

"حضور سے جدا ہو کر دل کی عجیب کیفیت ہو گئی۔ جوں جوں حضور قادیان سے دُور ہوتے گئے۔ میری افسردگی بڑھتی گئی۔ اور سوچتا تھا کہ پہلے حضور یہاں تھے۔ اور اب کہاں ہیں حضور ہمارے پاس تھے۔ ہمارے ساتھ باتیں کرتے تھے لیکن اب حضور کہیں ہیں۔ بہیترا توجہ کو کسی اور طرف کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اب بھی بیٹھا لکھ رہا ہوں تو آپ ہی کا تصور جمائے بیٹھا ہوں۔"

بابو سراج الدین صاحب سٹیشن ماسٹر اپلیہ پورہ (؟) سیالکوٹ

میرے آقا ہم دُور ہیں۔ مجبور ہیں۔ اگر ممکن ہوتا۔ تو حضور کے قدموں کی خاک بن جاتے۔ تاکہ جدائی کے صدمے نہ سہتے۔ آقا! میں چار سال سے دارالامان نہیں گیا تھا مگر دل کو تسلی تھی۔ کہ جب چاہوں گا۔ حضور کی قدمبوسی کرلونگا لیکن اب ایک ایک دن مشکل ہو رہا ہے۔ اللہ پاک حضور کو بخیر و عافیت مظفر و منصور جلدی واپس لائے۔"

منشی عبد العزیز صاحب پٹواری اوجلہ ضلع گورداسپور

"حضور کی علالت طبع اور سفر کی تکالیف اور کھانے کا وقت پر میسر نہ ہونا اور کمزوری جسم و نیز دیگر امور متعلقہ سفر کی حالت پڑھ کر دل کو بہت صدمہ ہوتا ہے۔ لیکن جناب الٰہی میں دعائے صحت کے لئے تضرع اور خشوع سے دعا کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ انشاء اللہ جماعت میں اخلاص اور خشیت حضور کے اس سفر سے نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ جماعت کو اور بھی اخلاص میں ترقی دیوے۔"

شیخ عبد الغفور صاحب ابن شیخ رحیم بخش صاحب مرحوم تاجر کتب گجرات۔

"مولوی محمد علی نے حضور کے ولائت تشریف لے جانے پر بہت بکواس کیا۔ ان کو ہمارے دلوں کا کیا حال معلوم ہے۔ کاش! وہ ہمارے دلوں کے حالات سے ذرہ بھر بھی واقف ہوتے۔ تو وہ کبھی بے ہودہ اعتراض نہ کرتے۔ انکو کیا معلوم کہ ہمارے دل کس طرح اپنے پیارے خلیفۃ المسیح کی یاد میں ہر وقت ماہئی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں ہماری آنکھیں ہر وقت اخبار الفضل کی طرف لگی رہتی ہیں اور جس دن الفضل میں حضور کی خبر نہیں ہوتی۔ وہ دن ہمارا کس طرح بسر ہوتا ہے۔"

سید دلاور شاہ صاحب لاہور

"اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ حضور بخیریت تمام مع احباب کے لنڈن وارد ہوئے۔ اس خبر سے تمام جماعت کو خوشی اور اطمینان ہوا۔ دوست دست بدعا ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں کو کھولدے۔ اور حضور کو کامیابی سے واپس لائے۔ تاکہ دوستوں کو خوشی اور دشمنوں کے سینوں کو تنگی اور جلن نصیب ہو۔"

جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب

"مجھے مصر سے واپسی پر حضور کا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ کہ غریبوں کو یاد فرمایا۔ اور نالائقوں پر شفقت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حضور کی دعاؤں کو اس خاکسار کے حق میں قبول فرمائے۔ اور درخواست کرتا ہوں۔ کہ اپنے سفر اور خاص اوقات کی دعاؤں میں اس عاجز کو بھی نہ بھولیں گے۔ ہم لوگ تو کسی وقت حضور کو نہیں بھولتے اور ہر نماز اور وقت بے وقت کامیابی اور صحت و عافیت اور ترقی مدارج کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ قادیان کی کوئی جگہ نہیں۔ کوئی مجلس نہیں یا کوئی گفتگو نہیں۔ جو حضور کو یاد نہ دلاتی ہو۔ حضور کی نظم آئی تو آخری شعر نے بڑے بڑے سخت دلوں کو تڑپا دیا۔"

عبد الجلیل خان صاحب لاہور

"اخبار الفضل میں حضور کے متعلق حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ جن کو پڑھ کر طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ خداوند کریم اس سے ہزار درجہ بڑھکر کامیابی عطا فرمائے۔ اور حضور مع ہمراہیوں کے مظفر و منصور واپس تشریف لادیں۔"

ایچ۔ ایم مرغوب اللہ صاحب احمدی کلرک دفتر سی آئی ڈی

"رات دن حضور کی خیریت کی تار کا منتظر رہتا ہوں۔ جب کبھی اخبار حضور کی خیریت کے تار درج کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ تو دل کیا فکر ہو جاتا ہے۔ آہ ایسی دو لفظ نہیں پاتا۔ وہ قلم نہیں ہے جو میرے دلی جذبات کو قلم بند کرے۔ میرے آقا خدا حضور کو خیریت سے واپس لاوے۔ میرے ہادی جہاں کہیں ہو خیریت سے رہو۔"

جناب چودہری نصر اللہ خان صاحب۔

"میں اپنی قلم اور زبان کو اس بات سے قاصر پاتا ہوں۔ کہ جناب کو جو ہمدردی اس عاجز سے ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرسکوں۔ حضور نے خاص تار کے ذریعہ سے میری واپسی کا دریافت کیا۔ جس سے ثابت ہے کہ حضور کو اپنی جماعت سے ویسی ہی ہمدردی ہے۔ جیسی کہ ایک ایسے باپ کو بچوں سے ہوتی ہے۔ جنیں سے ہر ایک بچہ اپنی جگہ یہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں ہی باپ کو سب سے زیادہ عزیز ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس ہمدردی کو ترقی دیوے۔ آمین اور ہم لوگوں کو توفیق دے۔ کہ ہم آپ کے سچے جاں نثار مرید ہوں۔"

جناب مرزا احمد بیگ صاحب سیالکوٹ۔

"آج کئی روز سے الفضل میں یا سلسلہ کے کسی اخبار میں حضور انور کی صحت مزاج کا تار نہیں شائع ہوا۔ اور چونکہ پہلے کے شائع شدہ خطوط و حالات میں حضور پرنور کی بیماری کا ذکر ہے۔ اس لئے نہایت فکر ہو رہا ہے۔ اور جو محبت حضور کے ساتھ حضور کے خدام کو ہے۔ اس کا خیال کرکے حضور انور کو بھی محسوس ہوتا ہوگا۔ کہ حضور کی خیریت کا جلد جلد نہ پہنچنا خدام کو کس قدر مضطرب و مغموم کرتا ہوگا۔ خدام تو حضور کے فراق میں اس قدر بے قرار اور بیتاب ہیں کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ چاہتے ہیں کہ ہر لمحہ حضور کی خیریت کی خبر پہنچتی رہے۔ میں جولائی میں قادیان گیا تھا۔ حضور کی خیریت مزاج اقدس کی تار آئے۔ چند روز ہو گئے تھے۔ حضور کی خدمت اقدس میں تاریں روانہ کی گئی تھیں۔ جن کا کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ بے چینی اور بے تابی کا یہ عالم تھا کہ ہر کہہ و مہ مغموم اور متفکر تھا اور زبانوں پر حضور ہی کا تذکرہ۔ میرے پیارے خدا اہم عاجزوں پر خادم نوازی فرماکر اپنی صحت مزاج سے جلد جلد بذریعہ تار مطلع فرمایا کریں تاکہ خدام کے لئے فراق کا صدمہ کچھ تو کم ہو۔"

مذہب اور سیاست

دنیا میں امن کس طرح قائم ہو سکتا ہے

دنیا کے تمدن اور معاشرت کا قیام عدل اور انصاف پر مبنی ہے۔ اور عدل و انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ حقوق مقرر کر دیئے جائیں۔ اور ان میں ایک تمیز نہ قائم کر دی جائے۔ بدوں اس کے کوئی شخص اپنے دائرہ حقوق کے اندر قائم نہیں رہ سکتا۔ اور نہ ہی دوسرے کے حقوق میں دخل اندازی سے کوئی محفوظ رہ سکتا ہے۔ شریعت اسلام نے جس کے نام ہی میں امن اور سلامتی پائی جاتی ہے۔ دنیا کے تمدن کو نہایت اعلےٰ نشان اور ارفع مقام پر پہنچانے کے لئے ہر طبقے کے لوگوں کے حقوق مقرر کر دیئے ہیں۔ کیا حاکم اور کیا محکوم۔ کیا امیر اور کیا غریب۔ کیا عورت اور کیا مرد۔ کیا اپنے اور کیا بیگانے تا کوئی شخص اپنے دائرہ حقوق سے باہر قدم رکھ کر امن عالم میں مخل نہ ہو حتےٰ کہ حیوانوں تک کے حقوق کو بھی اس کامل شریعت میں نظر انداز نہیں کیا گیا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد

پھر اسلام نے حقوق کے بھی دو حصے کئے ہیں ایک سیاسی اور دوسرے مذہبی سیاسی حقوق تو رعایا اور حکومت وقت کیساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور مذہبی حقوق خدا اور اس کے بندوں کیساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

سیاست سے حقوق العباد کو ادا کرنا مدنظر رکھا گیا ہے۔ اور مذہب سے جس کا انحصار عقائد صحیحہ پر ہے۔ حقوق اللہ کو پورا کرنا۔ ہاں سیاست کے قواعد اور مذہب کے اصول صحیح اور قابل عملدرآمد وہی ہو سکتے ہیں۔ جن کی بنیاد خدائے علیم و حکیم کے علم کامل اور الہام ناطق پر ہو۔ کیوں انسان کی تجویز خدا کی تجویز کی برابری نہیں کر سکتی۔ اس لئے کامل مذہب کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ وہ اخروی بہبودی کے ساتھ انسان کی دنیوی بہبودی کے لئے بھی اصول اور قواعد بیان کرے۔

مذہب اور سیاست سے ہمارا مقصد

ہمارا مقصد یہ نہیں۔ کہ سیاست کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مقصد اور مفہوم کی وضاحت کے لئے ہم نے مذہب کے ہی دو حصے کئے ہیں۔ کیونکہ جب تک انسان حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو بھی پورا نہیں کرتا۔ وہ خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو کہ مذہب کا اصل مقصد ہے۔ پس درحقیقت دونوں حقوق کی ادائیگی ہی اصل مذہب ہے۔ چونکہ مذہب لفظ عام ہے جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر حاوی ہے۔ اور سیاست سے مراد محض حقوق العباد ہیں۔ اسلئے مذہب اور سیاست کو بالمقابل نام دینے کی وجہ سے ہم نے ... کی حقوق اللہ کے ساتھ تخصیص کر دی ہے۔ پس اس لحاظ سے مذہب کا وہ حصہ جو کہ خدا تعالےٰ کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یعنی عقائد اور عبادات ان کی خلاف ورزی سے چونکہ کوئی شخص خدا تعالےٰ کی ذات کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس طرح کہ ایک شخص مذہب کے دوسرے حصے یعنی سیاسی اصولوں کی خلاف ورزی کر کے رعایا اور حکومت کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے مذہبی سزا اس دنیا میں نہیں رکھی۔ یعنی عقائد کی غلطی اور عبادات میں کوتاہی کی جزا و سزا بعد الموت رکھی ہے۔ اور اس دنیا میں مذہبی معاملہ میں ہر ایک شخص کو اپنے نفع اور نقصان کا خود ذمہ دار ٹھیرایا گیا ہے اور جس طرح سیاست کا تعلق بندوں کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس کی سزا کی اجازت بندوں کو دی گئی ہے۔ جیسے چوری زنا۔ قتل وغیرہ جرائم ہیں۔ اسی طرح مذہب کا معاملہ۔ چونکہ صرف خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی جزا و سزا کی اجازت خدا تعالےٰ نے بندوں کو نہیں دی۔ بلکہ عقائد اور عبادات کے متعلق سب کارروائی اس نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔

غلط عقائد اور عبادات میں کوتاہی کی سزا آخرت میں رکھی گئی ہے

چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارًا کہ سچی تعلیم خدا نے بھیج دی ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے۔ چاہے مانو چاہے نہ مانو۔ تمہارا نفع نقصان تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔ اس آزادی کے بعد جو منکر ہونگے۔ ان کے لئے ہم نے جہنم بنایا ہے۔ جو کہ آخری سزا ہے۔ اور لا اکراہ فی الدین میں بھی خدا تعالےٰ نے یہی اعلان فرمایا ہے۔ کہ دین اور مذہب کے لئے اس دنیا میں کسی قسم کا جبر اور تشدد جائز نہیں۔ پھر ایک اور آیت میں فرمایا وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصارٰی .... فاللہ یحکم بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون۔ کہ یہود اور نصاریٰ کے اس مذہبی اختلاف کی جزا یا سزا کا حکم خدا تعالےٰ قیامت کو نافذ کرے گا۔ کیونکہ جنت یا دوزخ کا ٹھکانا بعد الموت ہوگا۔ اور اس دنیا میں مذہبی اختلاف کا فیصلہ۔ لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت کے ماتحت خدا تعالےٰ ارسال رسل اور بینات اور دلائل کے ساتھ کرتا ہے۔ پس غلط عقائد اور عبادات کی کوتاہی کی سزا دنیا میں نہیں۔ بلکہ آخرت میں رکھی گئی ہے۔ خدا تعالےٰ نے بندوں کا معاملہ بندوں کے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اور خاص اپنا معاملہ اپنے ہاتھ میں۔ اس لئے خدا کے معاملہ میں کسی انسان کو دخل دینے کی اجازت نہیں۔ ورنہ جس طرح حقوق العباد میں قصاص اور حدیں مقرر کی گئی ہیں۔ نماز اور روزہ حج زکوٰۃ کے متعلق بھی اسلام میں حدیں مقرر کر دی جاتیں۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ ہاں اگر کوئی شخص آپنے آپکو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہوئے شعائر اللہ کا احترام اور بنا اسلام کی پابندی اختیار نہیں کرتا۔ تو اہل اسلام اس سے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں۔ اگر وہ اسکو پابندی کے لئے آمادہ نہ پائیں۔ تو پھر لا تر کنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کے مطابق اہل اسلام اسلامی حقوق سے اسکو حصہ نہیں دے سکتے اور کسی غیر معتقد کو اصل معتقد کا حق نہ دینا یہ سزا نہیں بلکہ عدل ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اسلامی حقوق سے حصہ پانے کا حق وہی رکھتا ہے۔ جو عقیدۃً خدا اور اسکے تمام رسولوں کتابوں فرشتوں اور ...

ہمارا افسوس

کاش مسلمان اور ان کے نام نہاد علماء جو کچھ اسلام کو پہلے نقصان پہنچا چکے تھے۔ اسی پر اکتفا کرتے۔ اور وہ اس دین بیکس پر جو پہلے ہی چاروں طرف سے اپنوں اور بیگانوں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ اب کچھ رحم کرتے اور اپنے بغض و عناد اور نفسانی جذبات کے ماتحت قتل مرتد کے فتویٰ اور حکم کو اسلام کی طرف منسوب نہ کرتے۔ اور اس طرح اس کی رہی سہی عزت پر وار کر کے نادان دوست بلکہ اپنے دشمن اسلام ہونے کا ثبوت نہ دیتے۔

تقریر حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب

آپ کی تقریر مسئلہ وفات مسیح پر تھی۔ آپ نے اپنی تقریر کی تمہید میں فرمایا۔ کہ کسی مسئلہ کے ثابت کرنے کے لئے مختلف پیرائے ہوتے ہیں۔ کہ انسان ان کو اختیار کر کے خواہ مخواہ اپنے آپ کو مشکل میں ڈال لیتا ہے۔ اور بعض پیرائے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ انسان کو طول طویل اور گہری باتوں میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اور بہت جلد فیصلہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک بحث ہستی باری تعالےٰ کے متعلق ہوتی ہے۔ لوگ صانع اور خالق کے ثابت کرنے کے لئے دلائل اور ثبوت دینے شروع کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ بحث بہت لمبی ہو جاتی ہے۔ اور پھر بھی فیصلہ کچھ نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ دراصل کوئی دہریہ بھی صانع اور خالق کا منکر نہیں۔ اس بات کو سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ دہریوں میں سے سب سے بڑھے ہوئے سوفسطائی ہوتے ہیں۔ جو نہ تو صانع کے قائل ہوتے ہیں۔ اور نہ مصنوع کے۔ مگر وہ بھی یہ کلمہ کہے بغیر نہیں رہتے۔ کہ الخیال خلاق کہ انسان کا خیال خالق الاشیاء ہے۔ اسی طرح دہریوں کی ایک قسم طبعیہ کہلاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ پیدا کرتی ہے۔ طبیعت ہی پیدا کرتی ہے۔ رحم کی طبیعت ہے۔ کہ وہ بچہ پیدا کرے۔ زمین کی طبیعت ہے۔ کہ وہ درخت وغیرہ اشیاء کو پیدا کرے۔ اس فرقہ کے بھی پھر دو

گروہ ہیں۔ ایک جزئیہ کہلاتے ہیں۔ اور ایک کلیہ۔ یعنی ایک تو یہ کہتا ہے۔ کہ ہر ایک چیز جزئی طور پر ایک طبیعت رکھتی ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے۔ کہ تمام عالم کی ایک طبیعت ہے۔ اور وہی اس کائنات کے سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ ایک اور قسم دہریوں کی نجومیہ کہلاتی ہے۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ ستاروں کے اثرات کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ پس کوئی شخص بھی دراصل صانع کا منکر نہیں۔ تو ایسی حالت میں ہم اس کو ایسا منصب کیوں دیں کہ جس سے ہم خود مشکل میں پڑ جائیں۔ اس کے لئے آسان طریق یہ ہے۔ کہ صانع اور خالق میں تین باتوں کا پایا جانا نہایت ضروری ہے۔ ایک تو وہ علیم ہو۔ علت و معلول سبب اور مسبب کو وہ جانتا ہو۔ پھر وہ حکیم بھی ہو۔ مناسب ترکیب کا بھی علم رکھتا ہو۔ پھر وہ قادر بھی ہو۔ علم اور حکمت کے مطابق کر سکنے کی بھی اس میں قدرت ہو۔ ان تین باتوں کے بغیر کوئی صانع صانع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمارا ان پر سوال ہوتا ہے کہ کیا خیال میں یہ تینوں صفات پائی جاتی ہیں۔ کیا طبیعت میں اور زمانے میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر نہیں تو پھر صانع کوئی ایسی ہستی ماننی پڑے گی۔ جس میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہوں۔ اور اس کا نام اللہ ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا مسئلہ نبوت کا ہے۔ کہ پہلے امکان نبوت پر بحث کی جاتی ہے۔ پھر ثبوت نبوت پر دلائل دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ بحث بھی بہت طول پکڑ جاتی ہے۔ حالانکہ غیر احمدی باوجود اس عقیدہ کے رکھنے کے کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ کے آنے کے بھی قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہ آئے گا۔ تو سہی۔ لیکن وہ آنحضرت کا تابع ہوگا پس ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ اور مانتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ آنحضرت کے تابع نبی ہیں۔ سب مفسرین ختم کے معنے سب سے آخری نبی کرتے ہیں۔ پھر اکثر تفسیروں والے حضرت عیسےٰ کے آنے کا سوال اٹھا کر خود ہی پھر یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ آنحضرت کے تابع ہونگے۔ اس لئے ان کا آنا ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ یہی حال وفات مسیح کے مسئلہ کا ہے جناب مولوی صاحب موصوف نے علاوہ دیگر دلائل کے آیت فلما توفیتنی کی بھی تشریح فرمائی۔ اور وفات مسیح پر طبقات کبیر محمد بن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۶ کا ایک نیا حوالہ پڑھ کر سنایا۔ حضرت امام حسن نے ایک خطبہ پڑھا ہے۔ لکھا ہے۔ لما توفی علی ابن ابی طالب قام الحسن بن علی فصعد المنبر فقال ایہا الناس قد قبض اللیلۃ رجل لم یسبقہ الاولون ولا یدرکہ الآخرون . . . ولقد قبض فی اللیلۃ التی عرج فیہا بروح عیسیٰ بن مریم لیلۃ سبع و عشرین من رمضان۔ یعنی حضرت علی کی وفات پر حضرت حسن کھڑے ہوئے۔ اور منبر پر چڑھ کر لوگوں کو مخاطب کیا۔ اور فرمایا۔ کہ حضرت علی نے اس شب کو وفات پائی ہے جس شب میں کہ حضرت عیسےٰ کی روح اٹھائی گئی تھی۔ یعنی رمضان کی ستائیسویں تاریخ میں حضرت علی کی وفات کا موقعہ جو خلیفۂ وقت تھے۔ اور تمام خورد و کلاں کا مجمع اور اس میں حضرت حسن کا خطبہ پڑھنا۔ اور حضرت عیسیٰ کی روح کے اٹھائے جانیکا ذکر کرنا اس بات کو بوضاحت ثابت کرتا ہے۔ کہ صحابہ حضرت مسیح کے جسمانی رفع کے قائل نہ تھے۔

تقریر جناب مفتی محمد صادق صاحب مبلغ یورپ و امریکہ

آپ کی تقریر کا موضوع ذکر حبیب تھا۔ آپ نے فرمایا ذکر حبیب سے مراد حضرت مسیح موعود کی بعض پاک صحبتوں کا تذکرہ ہے۔ لہذا جو صحبتیں میں نے دیکھیں یا جو باتیں میں نے حضور سے سنیں۔ نمونہ کے طور پر میں چند ایک ہدیہ حاضرین کروں گا۔ ۱۸ برس کی عمر میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ فخر مجھے حضرت خلیفہ اول کی طفیل سے حاصل ہوا۔ کیونکہ میں ان کا شاگرد بھی تھا۔ اور رشتہ دار بھی یہ سنہ ۱۸۹۰ء کا واقعہ ہے۔ اس زمانہ سے لے کر حضرت مسیح موعود کی وفات تک میں حضور کے قدموں میں پرورش پاتا رہا۔ جس طرح بچہ پر باپ کی مہربانی ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت مجھ پر مہربانی فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میں ایک بجے کے وقت لاہور آیا۔ حضور کو معلوم ہوا۔ تو فوراً باہر تشریف لے آئے ملاقات کے بعد فرمایا۔ کہ میں پہلے آپ کے لئے کھانا لاؤں۔ جب حضور کھانا لے آئے۔ اور میں نے کھانا شروع کیا۔ تو ادھر موذن نے اذان دیدی۔ میں نے کھانا جلدی جلدی کھانا شروع کر دیا۔ اس پر حضور نے تبسم سے فرمایا۔ آپ اطمینان سے کھانا کھائیں۔ جب تک میں مسجد میں نہیں جاتا۔ اس وقت تک نماز نہ ہوگی۔ اور جب تک آپ کھانا کھاتے ہیں۔ میں آپ کے پاس بیٹھا رہوں گا۔

ایک دفعہ اسی طرح میں لاہور سے آیا ہوا تھا۔ جب میں واپس جانے لگا۔ حضور یکہ پر سوار کرانے کے لئے میرے ہمراہ تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ مفتی صاحب میں نے راستہ کیواسطے آپ کے لئے روٹی بھی منگوائی ہے۔ چنانچہ آدمی دو روٹیاں اور ایک پیالے میں سالن لایا۔ فرمایا۔ اوہو رومال کوئی نہیں لایا۔ پھر اپنی پگڑی اتاری اور اس میں سے کپڑا پھاڑ اس میں لپیٹ کر مجھے دیا۔ کس قدر حضور کا کرم اور مجھ غریب نوازی تھی۔

اسی طرح ایک دفعہ میں جب سفر سے حضور کے پاس آیا۔ حضور نے ملاقات کی اور فرمایا۔ آپ تشریف رکھیئے۔ میں پہلے آپ کے لئے کھانا لاؤں۔ چنانچہ حضور خود ایک سینی میں کھانا لائے۔ اور فرمایا۔ آپ کھانا کھایئے۔ میں آپ کے لئے پانی لاتا ہوں۔ پھر حضور خود ہی پانی لائے۔ مجھ پر ایک رقت طاری ہوئی۔ کہ حضور اپنے ایک ادنےٰ خادم کے ساتھ جب یہ سلوک کر رہے ہیں۔ تو ہمیں اپنے بھائیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیئے۔

اسی طرح ایک دفعہ میں آیا۔ تو حضور نے اپنے کمرے کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں مجھے ٹھیرایا۔ چونکہ میری کوٹھڑی بھی ساتھ ہی تھی۔ کبھی حضور میرے لئے آم لے آتے کبھی کچھ اور چیز اور کبھی الہامات آکر سناتے۔ اور ان دنوں قادیان میں خارش کی کچھ شکایت تھی۔ اور آپ کے ہاتھوں پر بھی کچھ خارش تھی۔ چونکہ حضور خود حکیم تھے۔ اور حضور کے والد بھی لائق حکیم تھے۔ حضور نے ایک دوائی مصفی خون تیار کی۔ اور باہر آکر اس کا ذکر فرمایا۔ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم ہر بات میں حضرت صاحب کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔ فرمانے لگے حضور مجھے بھی کچھ خارش کی شکایت ہے۔ میں بھی دوائی پیوں گا۔ مجھے بھی کچھ سینے میں خارش معلوم ہوتی تھی۔ میں نے بھی اس کا ذکر کیا۔ مگر دوائی کے لئے درخواست نہ کی۔ دعا کے لئے عرض کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک پیالہ بھرا ہوا دوائی کا حضور نے مولوی صاحب کے لئے بھیجا۔ جب پینے لگے۔ تو پتہ لگا۔ کہ یہ تو سخت کڑوی ہے۔ فرمانے لگے۔ لے جاؤ۔ بھائی لے جاؤ میں یہ نہیں پیتا۔ حضرت صاحب سے کہدو۔ مجھے کڑوی دوائی نہیں چاہیئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک پیالہ بھر کے حضرت صاحب میری کوٹھڑی میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ لو مفتی صاحب یہ آپ پی لیں۔ مولوی عبد الکریم صاحب کی طرح میں بھی مٹھائی کھانے والا آدمی ہوں۔ اور میں مولوی صاحب کے پیالے کا نظارہ دیکھ چکا تھا۔ میں بہت گھبرایا۔ اور سوچا۔ کہ یہ تلخ پیالہ مجھے شاید پینا ہی پڑے۔ میں نے پیالہ حضور کے ہاتھ سے لیا۔ اور اسی سوچ میں تھا۔ کہ حضرت صاحب چلے جائیں۔ تو میں اس کو آگے پیچھے کر دوں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ آپ پی لیں۔ کہ میں پیالہ پھیر لے جاؤں۔ اب پینے کے سوا مجھے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ میں نے پیالہ منہ سے لگایا۔ اور آنکھیں بند کر کے جلدی جلدی نصف کے قریب پی گیا۔ مگر مجھے معلوم

ہؤا۔ کہ وہ تلخ پیالہ نہیں ہے۔ بلکہ میٹھا ہے۔ تب میں نے بیساختہ کہا۔ حضور یہ تو میٹھا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ طریق ادب یہی ہے یہ خارش کی دوائی نہ تھی۔ بلکہ آپ چونکہ دماغی محنت بہت کرتے ہیں۔ میں نے آپ کے لئے شیرۂ بادام بنایا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضور کو مقدمات وغیرہ کے لئے اکثر گورداسپور جانا پڑتا تھا۔ اور عموماً یکوں کا انتظام میں ہی کیا کرتا تھا۔ میں سب کو یکوں میں بٹھا کر پھر حضور سے آکر پوچھتا۔ کہ حضور تو اکیلے ہی یکہ میں بیٹھیں گے۔ تو آپ فرما دیتے کہ آپ میرے پاس بیٹھ جائیں۔ میں گرمی کی دھوپ کا خیال کر کے حضور کو سائے والی طرف بٹھاتا۔ اور خود دھوپ والی طرف بیٹھ جاتا۔ میں دل میں خیال کرتا تھا۔ کہ شاید حضور نے اس بات کو محسوس نہیں کیا۔ مگر ایک روز یہ بات بھی کھل گئی۔ ایک دفعہ ہم گورداسپور گئے۔ اور سخت گرمی کے وقت واپس آنا تھا۔ کیونکہ حضور کے گھر میں کچھ علالت تھی۔ وہاں ٹھیر نہ سکتے تھے۔ گیارہ بارہ بجے کا وقت تھا۔ دھوپ سخت پڑ رہی تھی خدا نے ایسا فضل کیا۔ کہ اسی وقت ایک چھوٹی سی بدلی ہمارے یکہ کے اوپر آگئی۔ اور قادیان تک وہ ہمارے ساتھ ساتھ آئی حضور نے فرمایا۔ دیکھو خدا نے کتنا بڑا فضل کیا۔ کہ اتنی بڑی سخت گرمی میں اس نے سایہ کرنے کے لئے بادل کو بھیجدیا۔ ایک دفعہ پہلے بھی ہمارے ساتھ ایسا واقعہ گزرا ہے۔ امرتسر سے بٹالہ کو میں نے آنا تھا۔ ایک ہندو بھی میرے ساتھ سوار ہؤا۔ آپ تو اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ کہ مجھے سایہ والی طرف بٹھاتے ہیں۔ مگر اس ہندو نے مجھے سایہ والی طرف سے اٹھا دیا۔ اور آپ بیٹھ گیا۔ خدا نے ایک بادل بھیجدیا۔ جس نے بٹالہ تک ساتھ دیا اور ٹھنڈی ہوا اس طرف سے آتی تھی۔ جدھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ آخر وہ ہندو کہنے لگا۔ رام رام مہاراج آپ کو تو خدا نے بہت اچھی جگہ دیدی ؛

ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ میں حضور کے پاس یکہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ میری طرف بہت جھک گئے۔ میں ذرا کھسک گیا۔ آپ اور میری طرف ہو گئے۔ میں اور ایک طرف ہو گیا حتیٰ کہ اتنی تھوڑی سی جگہ پر میں رہ گیا۔ کہ ایک جگہ پر یکے کا پہیہ جو کسی گڑھے میں پڑا۔ اس دھکے سے میں نیچے جا پڑا۔ اور جلدی سے اٹھ کر پیشاب کے لئے بیٹھ گیا۔ تا حضرت صاحب محسوس نہ کریں کہ میں گرا ہوں۔ مگر آپ نے فرمایا۔ او ہو مفتی صاحب آپ گر گئے۔ جگہ تو بہت ہے۔ اور آپ پیچھے ہٹ گئے۔ شاید یہ بھی کوئی امتحان ہی تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

لوگ عام طور پر اپنے گھر والوں کو بے خبر رکھتے ہیں مگر حضرت صاحب ہر ایک اچھی بات اپنے گھر میں بیوی صاحبہ کو سب سے پہلے بتاتے تھے۔ اور حضرت اہلبیت کی بہت قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضور نے صحن میں ایک دالان بنوانا شروع کیا۔ اور یہ تجویز حضرت بیوی صاحبہ کی تھی۔ مگر مولوی عبدالکریم صاحب نے کئی وجوہات سے اس کو غیر مفید ثابت کیا۔ اور حضرت مسیح موعود بھی کچھ نہ کچھ ایسے جواب دیتے رہے۔ مگر مولوی صاحب کی رائے پختہ تھی۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب بیوی صاحبہ کا یہ منشاء ہے۔ چونکہ خدا تعالےٰ نے وعدے کی اولاد ان سے دی ہے۔ میں ان کی خواہش کو رد نہیں کر سکتا۔ مولوی صاحب کے بے تکلفی کے سوالات سے فائدہ بھی ہوا ہے۔ مثلاً حضور نے جب وقت آئینہ کمالات لکھی۔ تو اس کا کچھ حصہ اردو اور کچھ فارسی لکھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا۔ کہ کچھ عربی بھی ہونی چاہیئے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ عربی تو میں نے کبھی لکھی نہیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے کہا۔ کہ میں کب کہتا ہوں۔ کہ خود لکھو۔ طور پر جاؤ۔ وہاں سے لاؤ۔ تب حضور نے فرمایا۔ ہاں میں دعا کرتا ہوں۔ چنانچہ عصر کے وقت حضور تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ عربی تو اردو کی طرح ہی آسان ہے۔ میں یہ نظم عربی میں لکھ کر لایا ہوں۔ یا عین فیض اللہ والعرفان۔ یہ پہلی نظم ہے۔ جو حضور نے لکھی۔ حضور فرماتے تھے۔ کہ کوئی زبان ایسی نہیں۔ کہ تین دن بھی میں اس کی طرف توجہ کروں۔ اور اس کا میں ماہر نہ ہو جاؤں۔ انگریزی بھی ایک مفید زبان ہے۔ مگر میں اس کو آپ لوگوں کے ثواب کے لئے چھوڑتا ہوں

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ اور مجھے خوب یاد ہے۔ کہ ایک لڑکی میاں شریف احمد صاحب کو کھلا رہی تھی۔ وہ ان کو اٹھائے ہوئے کہیں لنگر چلی گئی۔ معلوم نہیں۔ کیا وجہ ہوئی۔ لانگری نے لڑکی کو ایک تھپڑ مار دیا۔ وہ روتی ہوئی حضرت صاحب پاس آگئی۔ حضور لانگری پر سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔ اس نے شعائر اللہ کی ہتک کی ہے۔ اس نے میاں شریف احمد کو اسکی گود میں دیکھکر پھر اس کو مارا۔ ان کے کسی خادم کو جب کہ وہ ان کی خدمت میں ہو مارنا بہت بڑی بے ادبی ہے میرے جیسا آدمی جس کا باپ ایک پرائمری سکول کا ٹیچر تھا۔ حضور کی غلامی سے یورپ و امریکہ کا مبلغ بن گیا۔ اور ہم کو یہ عزت حاصل ہو گئی۔ تو حضور کی اولاد جن کے لئے حضور کی اس قدر دعائیں بھی ہیں۔ ان کی کتنی بڑی عزت اور شان ہونی چاہیئے۔

پیشگوئیوں میں حضور کے ناموں میں سے ایک نام حکم بھی ہے۔ کہ آپ اختلافات کا فیصلہ فرما دینگے۔ اور یہ فیصلہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں ہی اگر ہو سکتا تھا۔ کیونکہ کوئی فقیہ یہ نہیں کہتا۔ کہ میں بھی اسی خدا کی طرف سے آیا ہوں جس خدا کی طرف سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم آئے تھے۔ تیرہ سو سال کے درمیان کوئی اور ایسا شخص نہیں کھڑا ہوا مگر آج ان کے وجود کے ساتھ پہلی تمام فقہیں ختم ہو گئیں۔

ایک دفعہ خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ ایک فرشتہ مجھے کہتا ہے۔ کہ یہ امام ابو حنیفہ ہیں۔ میں نے پوچھا۔ یہ کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ تو وہ کہتا ہے۔ پہلی صدی میں۔ پھر میں نے پوچھا فوت کب ہوئے ہیں۔ تو کہتا ہے۔ تیرھویں صدی میں۔ پھر میں نے اسمٰعیل بخاری صاحب کو دیکھا۔ فرشتے نے کہا۔ یہ ابو حنیفہ سے پہلے ہوئے ہیں۔ اور یہ فوت نہیں ہونگے۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت محمد صلعم کا جانشین تم میں بھیجدیا اسلئے حنفی ہونا تو فرض نہ تھا۔ مگر احمدی ہونا فرض ہے۔ مسلمانوں میں بہت سے اختلافات تھے۔ جن کی وجہ سے وہ رات دن لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ کہیں ہاتھ اوپر نیچے باندھنے کا جھگڑا تھا۔ تو کہیں آمین بالجہر کہنے نہ کہنے کا۔ ہماری جماعت میں حضرت صاحب کے وقت ہر طرح لوگ ہاتھ باندھ لیتے تھے۔ مگر حضرت نے کبھی تعرض نہیں کیا۔ ہاں خود حضور کلائی پر کلائی رکھ کر ہاتھ باندھتے تھے۔ اور بہت سے لوگ آمین بالجہر بھی کہتے تھے۔ مگر خود حضرتؑ آمین بالجہر نہ کہتے تھے۔

کوئی اشد ضروری دینی کام ہو۔ یا سفر ہو۔ حضور ضرور نمازیں جمع کرتے۔ ایک دفعہ حضور بہت مصروف تھے۔ اور کچھ دیر ہو گئی۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا نمازیں جمع ہونگی۔ فرمایا ہاں اور میں پوچھ کر خود سنتیں پڑھنے لگ گیا۔ اتنے میں حضور خود بھی تشریف لے آئے۔ مجھے سنتیں پڑھتے دیکھکر فرمایا۔ مفتی صاحب نماز جمع ہو گی۔ تو نمازیں جمع کرنے کی صورت میں اگلی پچھلی سنتیں معاف ہوتی ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ جب تیسری رکعت کے لئے قاعدہ سے اٹھے۔ تو حضرت صاحب کو پتہ نہ لگا۔ حضور التحیات میں ہی بیٹھے رہے جب مولوی صاحب نے رکوع کے لئے تکبیر کہی۔ تو حضور کو پتہ لگا۔ اور حضور اٹھ کر رکوع میں شریک ہوئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور نے مولوی نور الدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب کو بلوایا۔ اور مسئلہ کی صورت پیش کی۔ اور فرمایا۔ کہ میں بغیر فاتحہ پڑھے رکوع میں شامل ہوا ہوں۔ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ مولوی محمد احسن صاحب نے مختلف شقیں بیان کیں۔ کہ یوں بھی آیا ہے۔ اور یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی فیصلہ کن بات نہ بتائی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے آخری ایام بالکل عاشقانہ رنگ پکڑ گئے تھے۔ وہ فرمانے لگے۔ کہ مسئلہ وغیرہ کچھ نہیں۔ جو حضور نے کیا ہے۔ بس وہی درست ہے۔ تب حضور نے فرمایا۔ کہ حدیث میں لا صلوٰة الا بفاتحۃ الکتاب آیا ہے۔ لا رکعۃ الا بفاتحۃ الکتاب نہیں آیا۔ پس جو نماز ایسی ہو۔

کہ کسی رکعت میں بھی فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو۔ وہ نماز نہیں ہوتی لیکن اگر کسی رکعت میں فاتحہ پڑھنی رہ گئی ہو۔ تو وہ نماز ہو جاتی ہے۔ اسی لئے یہ بھی آیا ہے۔ کہ جس نے رکعت کو پا لیا۔ اس نے نماز کو پا لیا۔ اور جو رکوع میں شامل ہو جاتا ہے وہ رکعت کو پا لیتا ہے۔

حضور سفر میں وتر اور فجر کی سنتیں ہمیشہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ (خاکسار نے حضور کے خادم حافظ حامد علی صاحب مرحوم سے سنا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت کے ساتھ وہ بٹالہ جا رہے تھے نہر پر صبح کی نماز کے لئے ٹھہر گئے۔ حضرت صاحب نے تو سنتیں پڑھ لیں۔ لیکن ان کو قضاء حاجت وغیرہ میں دیر لگ گئی۔ فرض با جماعت پڑھ چکنے کے بعد وہ سنتیں پڑھنے لگے۔ تو حضور نے فرمایا چلو چلیں سنتیں ہو گئیں۔ جمال احمد)

حضور وتروں کی پہلی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر تیسری رکعت الگ پڑھا کرتے تھے۔ (سوال پر مفتی صاحب نے فرمایا۔ کہ پیر سراج الحق صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہاں دعا قنوت بھی پڑھا کرتے تھے۔ مگر خاکسار نے اپنی بیوی عائشہ بانو مرحومہ سے دریافت کیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ آخری رکعت تو علیحدہ حضرت پڑھا کرتے تھے۔ مگر دعا کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ ممکن ہے۔ حضور رکوع کے بعد کھڑے کھڑے قنوت پڑھ لیتے ہوں جیسا کہ حضرت خلیفہ اوّل کو میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ رکوع کے بعد ہاتھ کھلے چھوڑ کر کچھ دیر کھڑے رہتے تھے۔ اور مرحومہ نے یہ بھی بتایا۔ کہ حضور کسی تکلیف کی وجہ سے جب مسجد نہ جا سکتے تھے۔ تو اندر عورتوں میں نماز با جماعت پڑھاتے تھے۔ اور حضرت بیوی صاحبہ صف میں نہیں کھڑی ہوتی تھیں۔ بلکہ حضرت صاحب کے ساتھ کھڑی ہوتی تھیں) حضور کی عادت تھی۔ کہ جب کوئی مہمان آتا۔ تو حضور دریافت فرماتے۔ کہ کتنی چھٹی لی ہے۔ اور کتنے روز آپ یہاں ٹھہریں گے۔ اگر چھٹی کے کچھ ایام مہمان نے کہیں اور جانے کے لئے رکھے ہوئے ہوں۔ تو فرماتے اچھا اب کی وہ دن بھی آپ یہیں گذاریں۔ حضور کو مہمانوں کے آنے سے خوشی ہوتی تھی۔ جانے سے نہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ حضور کو خاص خاص اوقات میں دعاؤں کے لئے تحریک ہوتی تھی۔ تو حضور جتنی الوسع لوگوں کو ان برکات میں شامل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک معمولی سا آدمی بالکل سادہ زمیندارہ لباس پہنے ہوئے آیا۔ اور آتے ہی اس نے کہا۔ کہ میں نے بیعت کرنی ہے۔ حضور نے فرمایا آؤ۔ حالانکہ حضور کسی کی اتنی جلدی بیعت نہیں لیا کرتے تھے۔ بیعت کے بعد اس نے کہا۔ مجھے اجازت ہے۔ میں جاؤں۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں اجازت ہے۔ حالانکہ ہمیشہ حضور مہمانوں کو ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا کرتے تھے۔ پھر حضور نے اس کو فرمایا۔ کہ کیا آپ کو کچھ خرچ چاہیئے۔ تو میں دیدوں۔ اس نے کہا۔ کہ نہیں میرے پاس خرچ ہے۔ ہمیں اس شخص کے متعلق بہت تعجب ہوا۔ اور ہم حیران تھے۔ جب وہ جانے لگا۔ تو ایک آدمی کے ذریعے ہم نے اسے کہا کہ بیعت کی ہے۔ تو کچھ ٹھہرو اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں ٹھہر کر کیا کروں ہمارے آدمی نے کہا۔ کہ دل کی صفائی ہوتی ہے۔ قرب الٰہی بڑھتا ہے وہ کہنے لگا۔ دل میرا پہلے ہی صاف اور قرب مجھے پہلے ہی حاصل ہے۔ خدا کی طرف سے الہام ہوتے ہیں۔ ہمارے آدمی نے کہا پھر بیعت کیوں کی ہے۔ اس نے کہا بیعت نہ کرتا۔ تو اور کیا کرتا۔ تم کو خبر نہیں۔ کہ جو مرزا کی بیعت نہیں کرتا۔ آسمان پر تو اس کو اب تاڑ تاڑ سر میں جوتا پڑتا ہے۔ جب وہ بٹالہ سے ریل میں سوار ہوا۔ تو اس گاڑی میں ایک بٹالہ کا ملا بھی بیٹھا تھا۔ جو حضرت صاحب پر کفر وغیرہ کے فتوی لگا رہا تھا۔ اور وہ فقیر اس کی ہاں میں ہاں ملا تا جائے وہ احمدی بہت حیران ہوا۔ کہ یہ عجیب آدمی ہے۔ اس نے فقیر سے کہا۔ کیا تم ابھی مرزا صاحب کی بیعت کر کے نہیں آئے۔ اس نے کہا۔ کہ ہاں بیعت کر کے آیا ہوں۔ تو احمدی نے کہا۔ کہ یہ کیا وجہ ہے۔ کہ یہ مولوی حضرت صاحب کو کافر کہتا ہے۔ تو تم کہہ دیتے ہو سچ ہے۔ فقیر نے جواب دیا۔ کہ یہ مولوی بھی سچ کہتا ہے۔ اور میں بھی سچ کہتا ہوں۔ کیونکہ جس طرح ظاہر کی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح باطن کی بھی دو آنکھیں ہیں۔ اس لئے جو کچھ اس مولوی کو نظر آتا ہے۔ یہ وہی کہتا ہے۔ اس لئے یہ سچا ہے۔ اور جو مجھے نظر آیا۔ میں نے اس کی بنا پر مرزا صاحب کی بیعت کر لی۔ میں بھی اپنی جگہ سچا ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میں نے لاہور کی پبلک لائبریری میں ایک کتاب دیکھی۔ جس میں یوز آسف کے نام کے گرجے کا حوالہ دیا گیا تھا۔ میں نے حضرت سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ وہ کتاب تو ضرور لانی چاہیئے۔ حضور نے مجھے بھیجا۔ مگر خدا کی شان میں اس کتاب کا نام ہی بھول گیا۔ اس لئے مجھے خالی ہاتھ واپس آنا پڑا۔ اس واقعہ کے ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد حضور نے مجھے فرمایا۔ کہ مفتی صاحب اب جائیے وہ کتاب آپ کو مل جائیگی۔ چنانچہ حسب ارشاد میں چلا گیا۔ نام تو میں بھول چکا تھا۔ لائبریرین کسی حاجت کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔ اس کی میز پر سے اتفاقاً ایک کتاب میں نے اٹھا کر دیکھی۔ تو وہ وہی کتاب تھی۔ جس کے لئے میں گیا تھا۔ لائبریرین آیا۔ اس سے میں نے ذکر کیا۔ اس نے کہا۔ اگر آپ کچھ دیر پہلے آتے۔ تب بھی آپ کو یہ کتاب نہ ملتی کیونکہ یہ باہر گئی ہوئی تھی۔ اور یہ ابھی آئی ہے۔ اور اگر تھوڑی دیر بعد آپ آتے۔ تب بھی آپ کو نہ ملتی۔ کیونکہ یہ بھی اپنی جگہ پر رکھ دی جاتی۔ اور جس طرح آپ پہلے خالی واپس چلے گئے تھے۔ اسی طرح اب بھی خالی ہاتھ جانا پڑتا۔

حضور کی طفیل سے ہمیں بھی شرف حاصل ہوا کہ ہماری دعائیں بھی قبول کی جاتی ہیں۔ ایک دفعہ جمعہ کا دن تھا حضور نے مجھے فرمایا۔ آپ جائیے۔ مجھے تو سر میں سخت درد ہو رہی ہے۔ میرے دل میں ایک درد پیدا ہوا۔ اور میں نے دعا کی۔ کہ الٰہی حضرت کو جلد شفا ہو جائے۔ اتنے میں دیکھا کہ حضرت صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ اور فرمایا مفتی صاحب آپ چلے آئے تو میری درد بھی اچھی ہو گئی۔

ایک یہاں پر عبد اللہ عرب ہوتے تھے۔ جو عبد الحی عرب کے رشتہ دار بھی تھے۔ ان کو واپس بغداد جانے پر حکومت کی طرف سے کچھ تکلیف ہوئی۔ یہاں وہ لکھا بیٹھے تھے۔ کہ میں تو قادیانی ہوں۔ اور مفتی محمد صادق صاحب میرے بھائی ہیں۔ اور مولوی نور الدین صاحب میرے باپ ہیں۔ اور وہاں ہمارا باغ ہے۔ تحقیق کے لئے صاحب ضلع کی طرف سے رپورٹ قادیان میں آئی۔ میں سنا کہ اس نے عجیب تحول کیا ہے۔ اسی دن میں نے اس کا ذکر حضرت صاحب کے سامنے کیا۔ حضور نے فرمایا۔ مفتی صاحب احمدی سب بھائی ہی ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں۔ مولوی صاحب بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس لئے مولوی صاحب بھی ان کے باپ ہی ہیں۔ اور ہمارا باغ تو مریدوں کا ہی باغ ہے۔ جیسا اس نے لکھایا ہے۔ آپ بھی ویسا ہی لکھدیں۔ بھائی کو تکلیف سے بچانے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ لاہور کے لارڈ بشپ لیفرائے نے زندہ رسول پر لیکچر دینے کا اعلان کیا۔ میں نے قادیان آکر حضور سے ذکر کیا۔ قریشی محمد حسین صاحب بھی میرے ساتھ آگئے تھے۔ حضور نے فرمایا۔ ٹھہر جاؤ۔ میں اس کا جواب بھی لکھدیتا ہوں۔ چنانچہ ظہر کے بعد عصر تک حضور نے مضمون تیار کر کے ہمیں دیدیا۔ ہم نے اس کو راتوں رات چھپوا لیا۔ اور جب پادری صاحب اپنا لیکچر ختم کر چکے۔ میں نے اس کو جواب میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اس جواب میں ایک عجیب اعجازی رنگ تھا۔ جس ترتیب سے پادری صاحب نے لیکچر دیا۔ اسی ترتیب سے حضور نے جواب دیا تھا۔ بلکہ جو جو الفاظ اور فقرے پادری نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کہے۔ حضور نے ان کو دہرا کر لکھا اور جواب دیا۔

الحرکۃ الاحمدیہ کا پتہ شیخ محمود احمد صاحب کا پتہ آئندہ حسب ذیل ہوگا۔ شیخ محمود احمد احمدی الحرکۃ الاحمدیہ شارع محمد علی۔ نمبر مکان ۱۱۶ قاہرہ (مصر)